آپ کے سوالات

محمد ارشد کمال

سوال:..... شیخ صاحب! دو روایتوں کی تحقیق کے سلسلے میں آپ کو زحمت دے رہا ہوں۔

(1) میں نے ایک جگہ فلیکس پر لکھی ہوئی یہ حدیث پڑھی تھی: ''وضو کرتے وقت پانی کے استعمال میں فضول خرچی نہ کرو خواہ تم دریا کے کنارے ہی بیٹھے ہو۔''

(2) ایک بہت بڑے سکالر کی زبان سے یہ حدیث سنی: ''جس شخص نے اپنی ذات کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔''

آپ سے دریافت کرنا تھا کہ ان دونوں حدیثوں کی اسنادی حیثیت کیا ہے؟ کیا یہ صحیح ہیں؟

والسلام!

(آپ کا بھائی: محمد شفیق، گوجرہ)

جواب:..... (1) بلاشبہ ہر چیز میں اسراف اور فضول خرچی منع ہے حتیٰ کہ وضو میں بھی خواہ انسان کسی نہر یا دریا یا سمندر کے کنارے ہی کیوں نہ ہو شریعت نے فضول خرچی سے منع کیا ہے۔ تاہم آپ نے جو روایت بیان کی ہے وہ درست نہیں۔ آپ نے جو الفاظ بتائے ہیں ان لفظوں میں تو ہمارے علم میں نہیں کہ کوئی روایت ہو، واللہ اعلم۔ البتہ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ایک روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے، جب کہ وہ وضو کر رہے تھے، آپ نے فرمایا: ((مَا هٰذَا السَّرَفُ؟)) ''یہ کیا فضول خرچی ہے؟'' انھوں نے عرض کیا: کیا وضو میں بھی فضول خرچی ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا: ((نَعَمْ، وَاِنْ كُنْتَ عَلٰى نَهْرٍ جَارٍ)) ''ہاں، اگرچہ تم دریا کے کنارے ہی بیٹھے ہو۔''

اسے امام ابن ماجہ نے اپنی ''السنن'' (425) امام احمد نے ''المسند'' (221/2) اور امام بیہقی نے ''شعب الایمان'' (2533) میں روایت کیا ہے۔ لیکن یہ روایت ضعیف

ہے۔اس کی سند میں ابن لہیعہ ہے جو مدلس اور مختلط راوی ہے۔

ہمارے شیخ حافظ زبیر علی زئی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ ابن لہیعہ کی حدیث دو شرطوں کے ساتھ حسن ہوتی ہے۔

(1) اس نے وہ راویت اختلاط سے پہلے بیان کی ہو۔ (2) اور اپنے سماع کی صراحت کی ہو۔ بصورت دیگر اس کی بیان کردہ حدیث ضعیف ہے۔ ابن لہیعہ کے متعلق یہی زیادہ منصفانہ بات ہے۔ (دیکھیں: الفتح المبین، ص: 159۔ القول القوی فی نقد الرجال، ص: 188)

مذکورہ روایت میں یہ دونوں شرطیں مفقود ہیں:

(1) امام قتیبہ بن سعید کا ابن لہیعہ سے سماع اختلاط سے پہلے ثابت نہیں۔ امام ابوبکر الاثرم فرماتے ہیں: سمعت ابا عبدالله احمد بن حنبل، وذكر قتيبة بن سعيد فاثني عليه وقال: هو من آخر من سمع من ابن لهيعة، ''میں نے ابوعبداللہ احمد بن حنبل کو سنا انھوں نے قتیبہ بن سعید کا ذکر کیا تو ان کی تعریف کی اور کہا: وہ ابن لہیعہ سے اس کی آخری عمر میں سماع کرنے والوں میں سے ہیں۔ (سؤالات أبی بکر الأثرم، ص: 169)

(2) اور ابن لہیعہ کے سماع کی صراحت بھی نہیں ملتی۔

معلوم ہوا کہ یہ روایت ضعیف ہے۔ اسے حافظ ابن حجر (التلخیص الحبیر: 387/1 الشاملہ) علامہ بوصیری (مصباح الزجاجة: 62/1 الشاملہ) اور دیگر علماء نے بھی ضعیف کہا ہے۔

(2)..... آپ نے ایک بہت بڑے سکالر کی زبانی جو روایت سنی کہ ((مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ)) ''جس نے اپنی ذات کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔'' یہ موضوع ہے۔ ضعیف اور موضوع احادیث کے سلسلے میں لکھی گئی کتب میں اس کا ذکر ملتا ہے۔ مثلاً سخاوی کی ''المقاصد الحسنة'' (ح: 1149) علامہ محمد طاہر ہندی کی ''تذكرة الموضوعات'' (ص: 11) علامہ صنعانی کی ''الموضوعات'' (ح: 27) ابو الحسن علی بن محمد الکنانی کی ''تنزيه الشريعة'' (492/2 الشاملہ) بدرالدین زرکشی کی ''التذكرة فی الاحاديث المشتهرة'' (129/1 الشاملہ) عجلونی کی ''كشف الخفا''

(ح:2532) ملا علی القاری کی "الموضوعات الکبری" (ح:937) اور دیگر علماء کی کتب میں اس کا ذکر ملتا ہے۔ لیکن مستند احادیث کی کتب میں سے کسی میں بھی اس کا ذکر نہیں ملتا۔ یہ بالکل من گھڑت ہے۔ علماء کرام نے اسے موضوع کہا ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

"وبعض الناس یروی عن النبی ﷺ ولیس هذا من کلام النبی ﷺ ولا هو فی شيء من کتب الحدیث ولا یعرف له اسناد." "بعض لوگ اسے نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں حالانکہ یہ نبی ﷺ کا کلام نہیں ہے اور نہ اس قسم کی کوئی چیز کتب حدیث میں ہے اس کی سند بھی نامعلوم ہے۔" (مجموع الفتاویٰ: 349/16 الشاملہ)

شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لا اصل له "اس کی کوئی اصل نہیں"

(سلسلة الاحادیث الضعیفة : 165/1)

(25-7-2018)

سوال:..... شیخ صاحب! اس دعا کے بارے میں آپ سے پوچھنا تھا: ((اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ)) اسے شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے حسن کہا ہے جب کہ دوسری کئی علماء ضعیف کہتے ہیں۔ راجح کیا ہے؟

والسلام!

(سیّد محمد سلمان شاہ، ملتان خورد)

جواب:..... ابو وائل سے مروی ہے کہ ایک مکاتب غلام سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا: میں اپنی مکاتبت کی رقم ادا کرنے سے عاجز آ چکا ہوں آپ میری مدد کیجیے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تجھے وہ کلمات نہ سکھاؤں جو رسول اللہ ﷺ نے مجھے سکھائے تھے؟ اگر تجھ پر "صیر" پہاڑ جتنا قرض بھی ہو تو اللہ تعالیٰ تیری طرف سے اسے ادا کر دے گا۔ تو یہ کلمات پڑھا کر: ((اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ

سِـــوَاكَ)) ''اے اللہ! مجھے اپنے حرام کردہ سے اپنے حلال کے ساتھ کفایت فرما، اور اپنے فضل کے ساتھ مجھے اپنے ماسوا سب سے بے نیاز کردے۔'' (جامع الترمذی: 3563) یہ روایت حسن لذاتہ ہے۔ اس پر ہمارے شیخ حافظ زبیر علی رحمہ اللہ کا حکم ہی درست ہے۔ عبدالرحمٰن بن اسحاق سے مراد عبدالرحمٰن بن اسحاق القرشی المدنی ہے۔ اس لیے کہ:

(1) الجرح والتعدیل (212/5) اور تاریخ دمشق (191/34) میں اسحاق القرشی المدنی کے شیوخ میں سیار ابی الحکم کا ذکر موجود ہے۔

(2) مسند احمد (153/1) فضائل الصحابہ لاحمد (1208) مستدرک حاکم (538/1) الاحادیث المختارۃ للمقدسی (489) اور الدعوات الکبیر للبیہقی (177 الشاملہ) میں اس بات کی صراحت ہے کہ یہ ابن اسحاق القرشی ہے۔ مسند احمد کے محققین کا ابن اسحاق کو ابوشیبہ الواسطی (ضعیف عند الجمهور) قرار دینا اور ابن اسحاق القرشی (صدوق) کہنے کو وہم قرار دینا درست نہیں۔ جب ابن اسحاق القرشی کے شیوخ میں سیار ابو الحکم کا نام ملتا ہے اور اتنے محدثین بھی اسے ''القرشی'' کہہ رہے ہیں تو پھر یہ وہم کیونکر ہوا؟ اسے وہم کہنا خود وہم ہے۔

بہرحال یہ عبدالرحمٰن الکوفی نہیں بلکہ عبدالرحمٰن القرشی المدنی ہے جو کہ صدوق راوی ہے۔ اسی وجہ سے ہمارے شیخ رحمہ اللہ نے اسے ''حسن'' کہا ہے۔ قبل ازیں امام ترمذی اسے ''هذا حديث حسن غريب'' کہہ چکے ہیں۔ علامہ نووی نے ''الاذکار'' (رقم: 377-1185) المنذری نے ''الترغيب والترهيب'' (2714) ابن مفلح نے ''الآداب الشرعية (194/1 الشاملہ) اور ابن القیم نے ''الوابل الصيب'' (167/1 الشاملہ) میں امام موصوف کے حکم کو برقرار رکھا اور اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ علاوہ ازیں امام حاکم نے اسے ''صحیح الاسناد'' کہا، ذہبی نے ان کی موافقت کی۔ حافظ ضیا المقدسی نے ''اسنادہ حسن'' کہا۔ اسی طرح شیخ البانی بھی اسے ''سلسلة الصحيحه'' (266) میں ''حسن الاسناد'' بتاتے ہیں۔ سو راجح یہی ہے کہ یہ روایت ''حسن لذاتہ'' ہے۔ الحمد للہ (1-8-2018)

سوال:..... شیخ محترم! اس روایت کا حکم معلوم کرنا تھا: ((مَنْ بَاعَ جِلْدَ أُضْحِيَّتِهِ فَلَا

اُضِحِیَّۃَ لَہٗ)) اللہ تعالیٰ آپ کو جزا دے۔

والسلام!

(قاری محمد اسماعیل السّلفی، جھنگ سٹی)

جواب:.....سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((مَنْ بَاعَ جِلْدَ اُضْحِیَّتِہٖ فَلَا اُضْحِیَّۃَ لَہٗ)) ''جس نے اپنی قربانی کی کھال فروخت کی اس کی کوئی قربانی نہیں۔''

اسے امام حاکم نے المستدرک (389/2) اور بیہقی نے ''السنن الکبریٰ'' (19232) اور السنن الصغیر (810) میں روایت کیا ہے اس کی سند ''حسن لذاتہ'' ہے۔ عبداللہ بن عیاش المصری اور یحییٰ بن ابی طالب پر کچھ کلام ہے لیکن جمہور کے ہاں یہ صدوق اور حسن الحدیث ہیں۔ (دیکھیں: ماہنامہ الحدیث: 95/88-89-80/7۔ القول القوی، ص: 178-341) لہٰذا یہ روایت حسن درجے کی ہے۔ (11-18-2018)

ماہ جولائی واگست میں ''نور الحدیث'' جاری کروانے والے

- جناب ریاض ابوبکر، فورٹ عباس
- جناب رائے غلام محمد، سرگودھا
- جناب اخلاص احمد، راولپنڈی
- جناب محمد ذوالقرنین، فیصل آباد
- جناب محمد حاشر اعجاز، لاہور
- حافظ محمد اسماعیل السّلفی، لاہور
- جناب حافظ حسنین احمد، لاہور
- قاری شہزاد احمد، لاہور
- جناب جاوید صاحب، لاہور
- جناب عابد صاحب، لاہور
- سید حسنات الحسن بخاری، واہنڈو
- جناب عبدالحفیظ تائب، مظفر گڑھ
- جناب محمد نواز محمدی، لاہور
- جناب علی رضوان سلیمی، اسلام آباد
- کرنل (ریٹائرڈ) رشید احمد، راولاکوٹ

جزاھم اللّٰہ خیراً

توحید

www.tohed.com